

ادبی رسائل و جرائد کے مدیران کے شخصیات نمبر: تحقیقی و تنقیدی جائزہ (بحوالہ خصوصی: ادب لطیف، نقوش، فنون)

Abstract:

The way in which literary journals proomoted literary creations in the twentieth century is no less than the invaluable service of knowledge and art not only quenching the thirst of the readers but these journal also introduced new peots, fiction writers and critics these literary journals also acquainted the readers with the writing of famous writers. The editors of literary journals performed this task as a duty and also explained the quality of creation to the new writers. These standard and literary journals were the full expression of cultural activities of the society. The standard and literary publicatios of these journals were due to thier editors who expanded the circle of standard literature even with limited resources and unfavorable conditons. These editors conveyed life giving message in their editorials and promoted various ideas and thoughts. These editors endured the differences but did not allow the universality of art to be harmed. These editors published various personality numbers and special numbers in their lives whose literary importance cannot be denied and then also be published personality numbers of editors by which many bright aspects of his personality have also came to the fore. These personalities' numbers have become in mortal in the world of literature.

Keywords:

Literary Magazines, Editors, Adab-e-Latif, Naqoosh, Funoon

ادبی رسائل و جرائد کی دلچسپی اُس کے مدیر کے افکار و خیالات پر منحصر ہے۔ اگر مدیر میں تجسس و تحقیق کا مادہ موجود ہے، اُس کی فکر و نظر میں وسعت ہے، مشاہدہ تیز اور تحریریں تقریر میں ادب کی چاشنی گھلی ہوئی ہے، وہ زبان و بیان کا موزوں استعمال جانتا ہے، وہ جریدے میں اکتاہٹ کا احساس پیدا نہیں ہونے دیتا تو وہ قاری کو اپنے رسالے کا اسیر بنالیتا ہے۔ مدیر کی ذہنی و فکری روشنی قاری کی فکر کے زاویوں کو جلا بخشتی ہے اور اسی روشنی کی بدولت وہ زندگی کے مختلف شعبوں اور ادب کی مختلف جہتوں سے تعلق رکھنے والی شخصیات کو اُن کی خوبیوں، خامیوں اور ادبی کارناموں سمیت اپنے مجلے کا حصہ بناتا ہے۔ قارئین مدیر کے غیر معمولی تجربے کی بناء پر ان شخصیات کے افکار و خیالات سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ اپنی ذہنی دلچسپی اور تفریح کے سماں پیدا کرتے ہیں ان شخصیات کے حالات و واقعات سے اپنی ذہنی رہنمائی بھی کرتے ہیں اس لیے کسی بھی ادبی جریدے یا مجلے کی ترقی و کامیابی کے اسباب و علل مدیر کے حصے میں جاتے ہیں۔ لوگوں میں اُس ادبی جریدے کی اہمیت و افادیت کو بیدار کرنے کا سرچشمہ بھی مدیر کی ذات ہی سمجھی جاتی ہے۔

یوں تو اکثر رسائل جرائد نے لوگوں کے اخلاقی اور ادبی رجحانات کو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ لیکن ان میں سے چند رسائل ایسے بھی ہیں جو آج بھی ادب کے عظیم شہ پارے اور اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ ان کے مدیران نے اپنے خیالات کے جواہر کے ذریعے بہترین مدیر ہونے کا حق ادا کیا اور اپنے جریدے کے ذریعے علمی و ادبی حیثیت سے کار ہائے نمایاں انجام دیے۔ بہترین شخصیات نمبر کا اجرا کر کے اعلیٰ ترین تخلیقات کو اردو ادب میں سودیا۔

ماہنامہ "ادب لطیف" کا اجرا ۱۹۳۵ء میں ہوا اس کے جاری کرنے والے خود ادیب نہ تھے بلکہ کاروباری آدمی تھے اور چھاپے خانے کا کاروبار کرتے تھے۔ ڈاکٹر شگفتہ حسین کے تحقیقی مقالے "ادب لطیف کی ادبی خدمات تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کے مطابق حکیم احمد شجاع کہتے ہیں کہ:

”میں نے ہزار داستان میں Light Literature کا ترجمہ ”ادب لطیف“ کے عنوان سے کیا تھا اس لیے یہ میری تجویز ہے جبکہ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کے مطابق یہ اُن کا مشورہ تھا کہ ”ادب لطیف“ رسالے کا نام رکھا جائے مقالہ نگار کے نزدیک قرین قیاس صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کی بات ہے۔“ (۱)

آغاز میں ہی ادب لطیف کو مرزا ادیب جیسا مدیر مل گیا۔ مرزا ادیب رومانوی طبیعت کے مالک تھے جبکہ برکت علی اسے ترقی پسند شمارے کے طور پر سامنے لانا چاہتے تھے۔ اس لیے مرزا ادیب ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۱ء تک اس کے مدیر رہے اور اس کے بعد ادب لطیف کی ادارت ترک کر دی۔

ادب لطیف کے ساتھ ستم ظریفی یہ رہی کہ اسکے مدیر وقتاً فوقتاً بدلتے رہے لیکن فیض، مسعود اشعر، انتظار حسین، راجندر سنگھ بیدی، احمد ندیم قاسمی، باری علیگ، ممتاز مفتی، فکرتونسوی، عارف عبدالستین، صدیقہ بیگم، کشور ناہید اور زاہد حسن جیسے ادیبوں نے اسے ترقی کی راہیں دکھائیں۔ ان کے مدیران میں ناصر زیدی بھی شامل تھے۔ لیکن کچھ عرصہ ادارت کے بعد صدیقہ بیگم اور ناصر زیدی کی آپس میں نہ بنی اور ناصر زیدی نے ادارت چھوڑ دی مگر صدیقہ بیگم کے بعد ناصر زیدی پھر سے ادب لطیف کی ادارت میں شامل ہوئے اور ۲۰۲۰ء تک ادارت کرتے رہے انہوں نے جولائی ۲۰۲۰ء میں وفات

پائی۔ مرزا ادیب نے تقریباً سترہ سال ادب لطیف کی ادارت کی ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۱ء تک پھر ۱۹۴۹ء سے ۱۹۶۲ء تک ادب لطیف سب سے زیادہ مرزا ادیب کی ادارت میں رہا۔ فیض احمد فیض ایک سال تک ادب لطیف کے مدیر رہے۔ ادب لطیف نے مرزا ادیب نمبر، شمارہ نمبر ۶، جلد نمبر ۵۶، جون ۱۹۹۱ء میں شائع کیا۔ صدیقہ بیگم اسکی چیف ایڈیٹر تھیں جبکہ ادارت میں ظفر علی چودھری اور محمد خالد چودھری شامل تھے۔ اس خاص شمارے میں ادارہ نہیں ہے کیونکہ صدیقہ بیگم نے ادارے کو روایت کو ختم کیا اسکے بارے میں اُن کا کہنا ہے کہ:

”ان کی کوئی پالیسی نہیں کیونکہ انہیں نعرے بازی کی عادت نہیں ہے اور اسی لیے وہ ادارہ بھی تحریر نہیں کرتی ہیں۔“ (۲)

چونکہ صدیقہ بیگم پرانے مادیوں میں فیض احمد فیض اور مرزا ادیب سے بہت متاثر تھیں اس لیے انہوں نے مرزا ادیب کی حیات میں ہی مرزا ادیب شائع کیا اور انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ یہ شمارہ بہت مختصر تھا اور ۸ صفحات پر مشتمل تھا اور اس شمارے میں ۱۵ مضامین پیش کیے گئے اس میں ادارے کا مرزا ادیب کے ساتھ ایک طویل مکالمہ موجود ہے جو ظفر معین نے پیش کیا، اسرار احمد سہادری نے ایک نظم مرزا ادیب کی نذر پیش کی جس میں منظوم صورت میں اُن کا شخصی و علمی خاکہ موجود ہے۔ ڈاکٹر مناظر عاشق ہر گانوی نے مرزا ادیب کے نام کے عنوان سے نظم تحریر کی جو صرف مرزا ادیب کی شخصیت کی عکاسی ہی نہیں بلکہ تشبیہات و استعارات کا خوبصورت نمونہ بھی ہے۔ مظہر جمیل اور شاہد شیدانی سے مرزا ادیب سے افسانہ کے مسائل پر گفتگو کے عنوان سے جو تحریر پیش کی گئی وہ جدید افسانے کے متعلق مفید معلومات پر مشتمل ہے جس میں افسانہ اور علامت کے متعلق دلچسپ اور علمی نکات موجود ہیں۔ اشفاق احمد، بانو قدسیہ، امجد اسلام امجد اور ڈاکٹر ظفر علی راجا نے مرزا ادیب کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر حسرت کا سنگھ کی نے ان کی ڈرامہ نگاری کے حوالے سے بات کرتے ہوئے انہیں سچا فنکار ثابت کیا، نوازش علی نے اُنکی افسانہ نگاری کے حوالے سے بات کرتے ہوئے واضح کیا کہ اُنکے موضوعات میں وسعت ہے اس شمارے میں مرزا ادیب کی دو تخلیقات ڈرامہ اور تاثر پارے موجود ہیں اس شمارے میں آخری بات کے عنوان سے صدیقہ بیگم نے اپنے خیالات کا اظہار اس طرح سے کیا:

”مرزا ادیب برصغیر کی بزرگ ادبی شخصیت ہیں اور گزشتہ ساٹھ برس سے آسمان ادب پر جگہ گاہے ہیں..... ادب لطیف کے سترہ برس تک ایڈیٹر رہے اس حوالے سے دیکھا جائے تو مرزا ادیب واحد شخصیت ہیں جو اتنے طویل عرصے تک اس جریدے کی ادارت کرتے رہے۔“ (۳)

اسی طرح ’ادب لطیف‘ نے فیض نمبر بھی شائع کیا یوں تو بہت سے رسائل اس کاوش میں شریک تھے ہندو پاک کے تقریباً تمام رسائل و جرائد نے ’فیض نمبر‘ شائع کیا مگر ادب لطیف کے بارے میں اس کا معاملہ الگ تھا۔ جیلانی بانو اس حوالے سے کہتی ہیں کہ:

”اُردو کے بہت سے رسالوں نے فیض نمبر چھاپے لیکن ’ادب لطیف‘ وہ واحد خوش نصیب رسالہ ہے جس کی ادارت فیض نے سنبھالی اسی لیے اس رسالے نے بڑے منفرد انداز سے بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ ’فیض نمبر‘ شائع کیا۔“ (۴)

گوفیض نے بہت مختصر عرصے کیلئے ’ادب لطیف‘ کی ادارت سنبھالی لیکن اس دور میں بہترین ترقی پسند مصنفین اس رسالے میں شائع ہوئے۔ ماہنامہ ’ادب لطیف‘ نے ’فیض نمبر‘ مکتبہ جدید پریس لاہور کے زیر اہتمام ایڈیشن اول ۱۹۸۵ء اور ایڈیشن دوم ۱۹۸۸ء میں شائع کیا یہ رسالہ ۳۶۵ صفحات پر مشتمل تھا اس دور میں اس کی مدیرہ صدیقہ بیگم تھیں۔ ’’ادب لطیف‘‘ کا فیض نمبر نہ صرف فیض کے منفرد اسلوب اور فکری پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے بلکہ اس میں ایسے تخلیق کاروں کے تاثرات بھی شامل ہیں جو فیض کے حلقہ احباب میں سے تھے اُن کی یادوں اور خیالات سے فیض کے اندر کا خوبصورت سچا انسان اُبھر کر سامنے آتا ہے۔ اس کے علاوہ ناقدین کے مضمون اور اُن کی حیات کے متعلق موجود مواد نے اس رسالے کو ایک تاریخی دستاویز بنا دیا ہے۔ جیلانی بانو کے نزدیک:

’’فیض آج ہمارے لیے شاعری اور محبت کی ایک علامت بن گئے ہیں..... فیض کے بارے میں لکھی ہوئی یہ تحریر مستقبل کے مورخ کیلئے ایک اہم تحریر ہوگی ایسی بے حساب چاہت اور مقبولیت بہت کم شاعروں کو ملی ہے..... ان کی شاعری زبان اور ملکوں کی مصنوعی سرحدوں کو توڑ کر آفاقی قدروں کو چھو رہی ہے۔‘‘ (۵)

یہ شمارہ ۷ عنوانات کے تحت منقسم کیا گیا ہے ’’یادِ مہرباں‘‘ میں یاسر عرفات نے محبت کے وہ ان مٹ نقش بیان کیے جو فیض ہمارے دلوں پر ثبت کر گئے تھے۔ شمیم جہاں نے فیض احمد فیض کا سوانحی خاکہ بڑی تحقیق سے اور سنین وار پیش کیا ہے۔ ’’مرگِ سوزِ محبت‘‘ میں منظوم خراجِ تحسین ہے۔ شان الحق حقی نے قطعہ تاریخ وفات کہا، ادا جعفری نے اُسے آبروئے چمن اور غرور دارورسن کہا، اسرار زیدی نے اسے بیماروں کا مسیحا کہا اور محسن احسان نے شہرِ سخن کا راج دلا راقرا دیا۔ ’’پھول مر جھا گئے سارے‘‘ اور ’’ہم تو مجبورِ وفا ہیں‘‘ میں فیض صاحب سے گفتگو، ملاقاتیں، یادیں اور باتیں ہیں۔ ’’یہ ماتمِ وقت کی گھڑی ہے‘‘ میں فیض کی فکر و فن کے حوالے سے احمد ندیم قاسمی، کنہیا لال کپور، مشتاق احمد یوسفی، قرۃ العین حیدر، جیلانی کامران، عتیق احمد، آئی اے رحمان، رام لال، غالب احمد، ستار طاہر، خالد حسن اور صلاح الدین حیدر کے مضامین شامل ہیں۔ ’’غبارِ ایام‘‘ میں کلامِ فیض کا انتخاب شامل ہے۔

اس طرح صدیقہ بیگم نے دونوں مدیروں پر خاص شمارے شائع کر کے انہیں خراجِ عقیدت پیش کیا یہ شمارے ادب میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور ریسرچ کر نیوالوں کیلئے کسی دستاویز سے کم نہیں۔ صدیقہ بیگم کی نفاست نے اس کی طباعت کو اور بھی خوبصورت بنایا۔ ادب لطیف کی یہ خوش قسمتی ہے کہ اُسے ناصر زیدی اور پھر مظہر سلیم مجوکہ جیسی شخصیات نے سنبھالا دیا جنہوں نے ادب لطیف کو حیاتِ نودی خاص طور پر مظہر سلیم مجوکہ کی کاوشیں رنگ لارہی ہیں اور اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ حال ہی میں ’’ادب لطیف‘‘ نے مظہر سلیم مجوکہ کی ادارت میں ’’صدیقہ بیگم نمبر‘‘ شائع کیا ہے۔ یہ شمارہ نمبر ۱۲ جلد نمبر ۸۵، دسمبر ۲۰۲۰ء میں شائع ہوا اس کے مدیر اعلیٰ حسین مجروح، مدیر مظہر سلیم مجوکہ اور معاون مدیر میں شہزاد انیسر اور آمنہ مفتی شامل ہیں۔ یہ شمارہ ۲۸۴ صفحات پر مشتمل ہے اس شمارے میں دو ادارے شامل ہیں پہلا ادارہ ’’عطارد بگوید‘‘، اردو ادب کی محسنہ..... صدیقہ بیگم کے عنوان سے ہے جو حسین مجروح نے تحریر کیا اور دوسرا ادارہ ’’بارِ امانت‘‘، ادب لطیف اور صدیقہ بیگم نمبر کے عنوان کے تحت ہے جو مظہر سلیم مجوکہ نے تحریر کیا حسین مجروح نے ادب کی اُن بے مثل شخصیات کا تذکرہ کیا

جنہوں نے شہرت کی تمنا کے بغیر ادب کی خدمت کی، انہی میں ایک نام صدیقہ بیگم کا ہے اس لیے انہوں نے صدیقہ بیگم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس بات کا اظہار کیا کہ:

”اسی سلسلہ رشد کی آخری لڑی میں ایک جگمگاتا ہوا چہرہ صدیقہ بیگم کا ہے جنہوں نے دے کی دائمی مریض ہونے کے باوجود اپنے زندگی کے چالیس، پینتالیس برس ادب لطیف کے دیے میں لگن اور وسائل کا روغن ڈالے رکھا اور اس شمع کی لو کو دم نہیں ہونے دیا۔“ (۶)

مظہر سلیم مجوکہ نے ادبی رسائل کی تاریخ کا مختصر جائزہ لیتے ہوئے ادب لطیف کی کارکردگی کو پیش کیا اور واضح کیا کہ ”صدیقہ بیگم نمبر“ کی اشاعت دراصل صدیقہ بیگم کی خدمات کا اعتراف ہے۔ یہ شمارہ تین حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے کا عنوان نہیں ہے البتہ اس کا آغاز میر کے اس شعر سے کیا گیا ہے۔

بارِ دنیا میں رہو غم زدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

اس حصے میں ۴۱ مضامین پیش کیے گئے ہیں اس حصے کا پہلا مضمون صدیقہ بیگم کی آپ بیتی کا حصہ ہے جو ”ادب لطیف“ میں قسط وار شائع ہونا شروع ہوئی مگر دو اقساط کے بعد اس کا تسلسل برقرار نہ رہ سکا اور ادارے نے ”کچھ یادیں، کچھ باتیں“ کے عنوان سے اس کا کچھ حصہ شمارے میں شائع کیا یہ حصہ صرف صدیقہ بیگم کی یادوں پر مشتمل نہیں بلکہ ان کی شخصیت کا مکمل آئینہ دار اور عکاس بھی ہے۔ اُن کی طبیعت کی نفاست، خوش مزاجی، کام سے لگن، رشتوں کے نبھاؤ اور ادب کی خدمت کا ہر زاویہ ان مضامین میں نظر آتا ہے۔ مسعود اشعر نے ”ہنتا مسکراتا چہرہ صدیقہ بیگم“ کے عنوان سے مضمون تحریر کیا تو عطیہ سید نے انہیں سوز و ساز، ہستی قرار دیا، کشورناہید، بشری رحمان، سلطانہ مہر، ماہ پارہ، شہناز ہمایوں، صدف مرزا، آمنہ مفتی، سعدیہ کوکب قریشی، شاہین زیدی، ثویلہ انیس خان، ڈاکٹر فضیلت بانو، تمکنت کریم اور ڈاکٹر شگفتہ حسین نے صدیقہ بیگم کی یادوں کے نقش اُجاگر کیے۔ غلام حسین ساجد، طارق محمود، نیر علی دادا، ڈاکٹر غلام شبیر رانا، امجد علی شاکر، حسین مجروح، بیدار سرمدی، امین کنجاہی، اشیر احمد خان، سید ظفر معین بلے، حسنین جمال، منصور احمد ملک، صدام ساگر اور محمد خالد چوہدری نے کہیں تو یاد رفتگاں سے دلوں کو مہکایا تو کہیں انہیں ادب لطیف کی چارک کہا، کسی نے سرچشمہ ادب لطیف کہا تو کسی نے آپا سہیلی کے نام سے یاد کیا۔ حمیدہ شاہین نے ”بڑھاپا خوبصورت ہے“ کے عنوان سے اپنے خوبصورت خیالات کا اظہار کیا مختصر یہ کہ سارا حصہ صدیقہ بیگم کے جگمگاتے چہرے کا عکس ہے۔

اس شمارے کا دوسرا حصہ ”تحسین منظوم“ کے عنوان سے ہے۔ اس میں نظم کی صورت میں ایوب خاں اور نجمہ منصور نے خراج تحسین پیش کیا۔ تیسرا حصہ ”تاثرات“ کے عنوان سے ہے جس میں ارشد نعیم، شہناز اعجاز الدین، راجو جمیل، سید راشد اشرف، آصف جیلانی اور نوید مرزانے اپنے تاثرات پیش کیے اس شمارے میں انگریزی کے چار مضامین جو جاوید جبار، تیور آغا اور آفتاب احمد نے پیش کیے۔ تیور آغا نے نظم کی صورت میں داد تحسین دی ان تحریروں کے ساتھ ساتھ اس میں شامل صدیقہ بیگم کی اپنے دوستوں اور خاندان کے ساتھ خوبصورت تصاویر نے شمارے کو دلچسپ بنا دیا ہے غرض یہ شمارہ صدیقہ بیگم کی کاوشوں کا بہترین اعتراف ہے اور حسین مجروح اور مظہر سلیم مجوکہ کیلئے اعزاز کا باعث بھی ہے۔

”نقوش“ کا اجرا بھی الف لیلہ داستان کا ایک قصہ نظر آتا ہے وہ شہزادہ جو ناشر کی حیثیت سے اس علمی وادبی دنیا میں متعارف ہوا اور تخت سلیمان اُس کا نصیب ٹھہرا، یہ شہزادہ محمد طفیل تھا۔ احمد ندیم قاسمی جب ”پھول“، ”تہذیب نسواں“ اور ”ادب لطیف“ کی ادارت کا کام سرانجام دیتے تھے تو اس دوران اُن کی ملاقات محمد طفیل سے ہوئی جو اپنے اشاعتی ادارے سے احمد ندیم قاسمی کی کتابوں کو شائع کرتے تھے مگر جب احمد ندیم قاسمی ادارت سے سبکدوش ہوئے تو کچھ عرصہ بعد احمد ندیم قاسمی اور محمد طفیل نے فیصلہ کیا کہ لاہور سے ایک اپنا پرچہ شائع کیا جائے تجویز کامیاب نکلی ناشر بنے محمد طفیل اور مدیر ٹھہرے احمد ندیم قاسمی اور ہاجرہ مسرور، یہ عرصہ ۱۹۴۸ء کا تھا اور ترقی پسند تحریک کا دور دورہ تھا اور چونکہ احمد ندیم قاسمی بھی اس تحریک کے زیر اثر تھے اس لیے وہ کہتے ہیں کہ بحیثیت ترقی پسند ادیب میں نے ”نقوش“ کو ترقی پسند ادب کا ترجمان بنا دیا (۷) مگر محمد طفیل اور احمد ندیم قاسمی میں نظریاتی اتفاق نہ ہوسکا اور ادارت سید وقار عظیم کے ہاتھوں میں پہنچ گئی اب کی بار نقوش کا نقطہ نظریوں واضح ہوا:

”ادب کے سرچشمے زندگی ہی سے پھوٹے ہیں زندگی سے بے تعلق ہو کر ادب بے معنی ہے۔ لیکن

ادب کو زندگی کی مصوری اور ترجمانی کرتے وقت روایتی اور فنی لطافتوں سے بے نیاز نہیں ہونا

چاہیے۔۔۔ ”نقوش“ ماضی کے نقوش کا امین اور حال کے تقاضوں کا پاسبان ہے۔“ (۸)

اب نقوش جمالیاتی اقدار کا پاسبان بنا تو محمد طفیل کو یہ بھی گوارا نہ ہوا اور اٹھارہ پرچوں کے بعد اس کی ڈور محمد طفیل نے خود سنبھال لی اب اس کا ناشر ہی اس کا مدیر ٹھہرا اور پرچہ علامت بنا۔

احمد ندیم قاسمی کہتے ہیں:

”یہ دیکھ کر اب ”نقوش“ کو خود طفیل صاحب مرتب کریں گے مجھے تشویش ہوئی..... میری یہ

تشویش ”نقوش“ کے ایک دو شماروں کے بعد ہی نہ صرف ختم ہوگئی بلکہ تسخیر میں بدل گئی اور اس

کے بعد جوانوں نے نقوش کے خاص نمبروں کا سلسلہ شروع کیا تو ایک مجھے ہی نہیں بڑے بڑوں کو

علی الاعلان تسلیم کرنا پڑا کہ اتنے بڑے اور اہم علمی وادبی ذخائر کو قریب کے ساتھ ایک لڑی میں

پر دنا اور انہیں تاریخ ادب اُردو کا ایک ناگزیر حصہ بنا دینا کسی ایسے آدمی کا کام نہیں ہے جو یونہی محض

ازراہ تفنن ایک رسالے کی ملکیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی ادارت کرنے بیٹھ جائے۔“ (۹)

اور پھر نقوش اور محمد طفیل ایک جان ایسے ہوئے کہ محمد طفیل نہ رہے ”محمد نقوش“ امر ہو گئے۔ محمد طفیل کی زیر ادارت

یہ سلسلہ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۸۶ء تا دم آخر جاری رہا۔ اس طویل عرصے میں نقوش نے ایسے ایسے معرکہ سر کیے کہ علم وادب کی دنیا

انگشت بدنداں رہ گئی یہ محمد طفیل کی کاوش نہیں کڑی ریاضت تھی اس کڑی ریاضت کے صلے میں جاوید طفیل نے قلمی معاونین

کے ساتھ مل کر دو ضخیم جلدوں میں ”محمد طفیل نمبر“ شائع کیا۔ جاوید طفیل کہتے ہیں:

”نقوش ہی تو ہمارا سب سے قیمتی اثاثہ ہے..... والد محترم کی ۳۵ سالہ ریاضت کا نتیجہ ہماری

شناخت اور پہچان، اس طرح ناقابل یقین قیمت کی ادائیگی کے بعد نقوش کی ذمہ داری میری

طرف منتقل ہوئی۔“ (۱۰)

”محمد طفیل نمبر“ کی دونوں جلدیں جولائی ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی پہلی جلد حصہ اول شمارہ نمبر ۱۳۵ جولائی ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی ”محمد طفیل نمبر“ محمد طفیل (محمد نقوش) کی وفات جو ۱۹۸۶ء میں ہوئی کے بعد منظر عام آیا اس کے مدیر جاوید طفیل تھے اور ادارہ فروغ اردو لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا یہ جلد ۹۱۶ صفحات پر مشتمل ہے اس کا ادارہ ”طلوع“ کے عنوان سے ”محمد طفیل“ کے نام سے شائع ہوا۔

یہ شمارہ پانچ عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا پہلا حصہ شخصیت کے عنوان سے ہے جس میں بیس اہل قلم نے محمد طفیل کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ دوسرا حصہ غیر مطبوعہ تحریریں کے عنوان سے ہے اس میں محمد طفیل کی تحریریں تین عنوانات، ناچیز، روزنامہ، سفرنامہ کے تحت بیان کی گئی ہیں والدین بہن بھائی، شادی، بیوی، اولاد، بیٹی کی شادی خانہ آبادی کا دن وقت سعد، ادارہ فروغ اردو اور نقوش کی ابتدا، نقوش اور زندگی کے تمام لمحات کی تفصیل ہے۔ ”روزنامہ“ میں روز کے کام شامل ہیں یہ روزنامہ ۲۱ جولائی ۱۹۸۴ء سے ۲۰ دسمبر ۱۹۸۴ء تک کا ہے۔ تیسرا حصہ نامہ ہے محمد طفیل کے حج پر جانے کا، یہ سفر ۱۳ اگست ۱۹۸۵ء بروز منگل سے شروع ہو کر ۱۲ ستمبر ۱۹۸۵ء تک کا ہے جب پاکستان روانگی ہو رہی تھی۔ اس کے بعد نقوش اور اس کے اہم نمبر کے عنوان سے جو حصہ پیش کیا گیا اس میں پہلے چار تعریفی مضامین ہیں اور پھر ”نقوش“ کے افسانہ، غزل، شخصیات نمبر، مکاتیب نمبر، لاہور نمبر، آپ بیتی نمبر اور دیگر نمبر کے اشاریے اور مختلف ناقدین کے تجزیے ہیں۔ ”طلوع“ کے عنوان سے جو حصہ پیش کیا گیا اُس میں ۱۹۵۲ء سے جون ۱۹۸۵ء تک کے ادارے ہیں جو ”طلوع“ کے عنوان سے شائع ہوئے ان میں سے چیدہ چیدہ پیش کیے گئے ہیں اس کے علاوہ محمد طفیل کی عکسی تحریریں بھی شامل ہیں۔ ”مکاتیب محمد طفیل“ میں ان کے دوستوں کے نام خطوط ہیں اور ۱۶۳ دوستوں کے نام درج ہیں ”طلوع“ اور خطوط کی روشنی میں محمد طفیل کے اسلوب کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اکبر حیدری کا شیریں ان کے اسلوب تحریر کے متعلق لکھتے ہیں:

”محمد طفیل کے قلم میں جادو کی تاثیر تھی نقوش کے ہر نمبر میں ان کی دو اپیل تحریریں ہوتی تھیں۔

(۱) ”طلوع“، (۲) ”اس شمارے میں ان دونوں تحریروں میں وہ ایسے خوبصورت اور معنی خیز چھوٹے

چھوٹے جملوں کا استعمال کرتے تھے جن پر مجھے انتہائی حیرت ہوئی تھی ان دونوں تحریروں کا

انداز بیان دلچسپ اور حیرت انگیز ہوتا، طرز اسلوب کی یہ شان ان کے خطوط اور مضامین میں بھی

جلوہ گر ہے اور اس فن میں وہ صاحب طرز اور منفرد ہیں۔“ (۱۱)

”نقوش“ کا ”محمد طفیل نمبر“ جلد دوم شمارہ نمبر ۱۳۵ جولائی ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا اس کے مدیر جاوید طفیل تھے یہ شمارہ ادارہ فروغ اردو لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا نقوش کا یہ شمارہ آٹھ عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا یہ شمارہ جلد اول کا تسلسل بھی ہے اور اپنی بات کا اختتام بھی۔ اس کا پہلا حصہ ”چند کرم فرما“ کے عنوان سے ہے جس میں محمد طفیل کے خاکے کے علاوہ سات شخصیات کے خاکے پیش کیے گئے ہیں دوسرا حصہ ”محمد طفیل اور ان کے خاکے“ کے عنوان سے ہے جس میں آٹھ ادیبوں نے محمد طفیل کے خاکے لکھے ہیں۔ ”انتظارِ یار“ اور ”انتخاب عنوان“ سے جو حصے پیش کیے گئے اس میں محمد طفیل کے حوالے سے محبت اور خلوص بھری باتیں، یادیں اور ان کے وفات کے بعد رسائل اور اخبارات نے جو تراشے شائع کیے، تعزیتی تقریبات منعقد

ہوئیں اور انکی شخصیت کے حوالے سے جو اظہار خیال کیے گئے شامل ہیں 'منظومات' میں منظوم خراج تحسین ہے۔ قطعات تاریخ، میں طفیل کی وفات کی تاریخ کے قطعات کہے گئے اور مادہ ہائے تاریخ وفات، سن ہجری اور سن عیسوی کے تحت نکالی گئی۔ ان دو جلدوں میں تین سو سے زائد اہل قلم نے محمد طفیل کے بارے میں اپنے تاثرات پیش کیے جاوید طفیل نے جلد اول کے ادارے میں مولوی عبدالحق کے ان الفاظ کو پیش کیا جو انہوں نے ۱۹۵۶ء کے شخصیات نمبر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہی:

”اب صرف ایک ہی شخصیت باقی رہ گئی ہے جو عجیب و غریب ہے اس کا لکھنے والا ایک نہیں ہو سکتا

کئی ہوں گے عجب نہیں کسی روز پورا نمبر آپ ہی کی شخصیت پر نکلے۔“ (۱۲)

’نقوش‘ نے علم و ادب کی دنیا میں جس قدر محبت پائی شاید ہی کسی رسالے کا مقدر ہو کیونکہ اس کا مقصد کاروبار نہ تھا معیار تھا جو مخلصانہ کاوشوں اور بڑی ذمہ داریوں کے ساتھ پروان چڑھنا تھا سو، محمد طفیل نے اسے پورا کیا۔ اس رسالے کی ایک بہت خوبی اس کے ادارے ہیں جو دو طرح کے عنوانات کے ساتھ شائع ہوئے ایک ’طلوع‘ دوسرے اس شمارے میں، ’طلوع‘ محمد طفیل کی انشا پر دازی کا بہترین نمونہ ہے کہ محمد طفیل خوبصورت نثر تحریر کر سکتے ہیں ’نقوش‘ نے اردو کے ہر ادیب کو اپنے سینے میں جگہ دی اور رجعت پسندی اور ترقی پسندی کے تفرقات کو ختم کیا۔ اتنی بڑی جدوجہد کے صلے میں جاوید طفیل نے جولائی ۱۹۸۷ء میں دو جلدوں میں ’محمد طفیل نمبر‘ شائع کیا اسکے مدیر جاوید طفیل تھے۔ یہ دونوں جلدیں ۱۸۰۴ صفحات پر مشتمل تھیں۔ اس سے ان کے لکھنے والوں کی تعداد کا انداز لگایا جاسکتا ہے۔ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جسے محمد طفیل سے کوئی گلہ یا شکایت ہو۔

’نقوش‘ کے معاملے میں محمد طفیل کے شائع کردہ اور زیر ادارت کس کس شمارے کی تعریف کی جائے کہ ہر شمارہ ہی سنگ میل ہے ہر شمارہ ہی قیمتی اثاثہ اور دستاویز ہے وہ نئے اور مخطوطے جسے اکابر اہل قلم تلاش بسیار کے بعد نام کام ہو جاتے ہیں یہ الف لیلا کا کردار حاضر ہوتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ اپنی زنبیل میں ہاتھ ڈالتا ہے اور اُسے نقوش کے شمارے میں شائع کر دیتا ہے دنیا حیراں ہو جاتی ہے۔ ادب کی دنیا اور خصوصاً رسائل و جرائد کی دنیا اب ایسے ہی ’محمد طفیل‘ کی تلاش میں ہے لیکن:

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

احمد ندیم قاسمی نے ۱۹۶۳ء میں سہ ماہی رسالہ ’فنون‘ کا اجرا کیا۔ احمد ندیم قاسمی کی ادارت میں شائع ہونے والے اس رسالے نے بہت جلد قارئین کو اپنی جانب متوجہ کر لیا وہ اس لیے کہ اس رسالے کا مدیر محض مدیر نہ تھا بلکہ ایک بڑا ادیب بھی تھا جس نے فنون کو ایک معتبر رسالہ بنا دیا۔ یہ رسالہ احمد ندیم قاسمی کی گود میں ہی پروان چڑھا یہیں اُس نے عالم شباب بھی دیکھا لیکن اس سارے عرصے میں اسکے معیار میں کہیں کمی نہیں آئی۔ مارچ اپریل ۲۰۰۶ء شمارہ نمبر ۱۲۶، احمد ندیم قاسمی کا مرتب کردہ آخری شمارہ تھا احمد ندیم قاسمی اپنی آخری سانس تک ’فنون‘ سے مخلص رہے یہاں تک کہ جب بستر مرگ پر تھے تو بھی ہدایات جاری تھیں بلکہ بقول ڈاکٹر ناہید قاسمی:

”ندیم صاحب نے اگلے ’فنون‘ شمارہ ۱۲۷ء کا ۵۷ فی صد سے زائد کمپوز کروالیا تھا صرف ۲۵ فیصد

سے کم حصہ (یعنی شاعری) کو ابھی کمپوز کروانا تھا انہوں نے اس کے ٹائٹل کیلئے نفیہ کو ہدایات بھی

دے دی تھیں کہ یہ نائل امید بھرا ہو۔“ (۱۳)

لیکن اس کے بعد زندگی نے اُن سے وفانہ کی اور ناہید قاسمی کے الفاظ میں جو تخلیقات ’فنون‘ کے لیے اکٹھی کی گئیں تھی منصورہ احمد نے اپنا رسالہ ’مونتاج‘ شائع کر دیا اور شمارہ ۱۲۷ کا تمام مواد اطلاع دیے بغیر مونتاج میں شامل کر دیا۔ (۱۴)

’فنون‘ نے اپنا پہلا شخصیت نمبر غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں ’غالب نمبر‘ کے عنوان سے شائع کیا احمد ندیم قاسمی نے اپنے دور ادارت میں ’فنون‘ کے صرف چار شخصیات نمبر شائع کیے۔ احمد ندیم قاسمی کی وفات کے بعد اُن کے نواسے نیز حیات قاسمی نے آگے بڑھ کر ’فنون‘ کو سنبھال لیا اور شمارہ ۱۲۸ء سے نئے سفر کا آغاز کیا نیز حیات قاسمی نے ۲۰۱۶ء میں ’احمد ندیم قاسمی صدی نمبر‘ دو ضخیم جلدوں میں شائع کیا۔ ۲۰۱۶ء کو احمد ندیم قاسمی صدی نمبر کا نام دیا اور دونوں جلدیں شمارہ نمبر ۱۴۰، ۱۳۹ جولائی تا دسمبر ۲۰۱۶ء اور جنوری تا دسمبر ۲۰۱۷ء کے تحت شائع کیں جلد اول ۸۶۱ اور جلد دوم ۱۰۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسکے مدیر نیز حیات قاسمی اور مدیر اعزاز ڈاکٹر ناہید قاسمی ہیں جبکہ دونوں جلدوں پر یہ بھی تحریر کیا کہ ’میر کاروان فنون احمد ندیم قاسمی‘۔ یہ حروف احمد ندیم قاسمی کیلئے بہت بڑا اعزاز ہیں۔

’فنون‘ کا ’احمد ندیم قاسمی صدی نمبر‘ ۲ جلدوں میں شمارہ نمبر ۱۳۹-۱۴۰، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۶ء اور جنوری تا دسمبر ۲۰۱۷ء میں شائع ہوا۔ جلد اول ۸۷۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد اول کا دیباچہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ ’حروف اول‘ کے عنوان سے ’فنون‘ کے مختلف شماروں کے بارہ ادارے شامل کیے گئے ہیں ’فنون‘ جو ناہید قاسمی کے الفاظ میں احمد ندیم قاسمی کے تقریباً سو سو یا دگاریوں میں سے ایک خوبصورت، خوب سیرت مختصر سا انتخاب ہے۔ ان اداریوں کا آغاز ۱۹۶۳ء سے ہوتا ہے اور ۲۰۰۶ء تک کے اداریوں کا انتخاب شامل ہے۔ اور اس کے علاوہ تہذیب کی ابجد کے عنوان سے احمد ندیم قاسمی نے جو آخری ادارہ ۲۰۰۶ء میں لکھا اس کا اقتباس بھی شامل ہے۔

اداریہ کسی بھی رسالے کے فکری و تخلیقی رجحانات اور مدیر کے نظریات کے عکاسی و ترجمانی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ مدیر رسالہ اس کے ذریعے اپنے خیالات و احساسات کا اظہار کرتا ہے۔ رجحانات اور رویوں کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کی تاریخ کے اہم حوالوں کا بھی اظہار ہے۔

’فنون‘ کے موجودہ مدیر نیز حیات قاسمی ہیں جو احمد ندیم قاسمی کے نواسے اور مدیر اعزاز ڈاکٹر ناہید قاسمی کے صاحبزادے ہیں۔ انہی کی ادارت میں ’احمد ندیم قاسمی کا صدی نمبر‘ ۲ جلدوں شائع ہوا۔ نیز حیات قاسمی نے ادارے پیش کرنے کی جو کاوش کی ہے وہ قابل تعریف ہے۔ اس سے پہلے کسی رسالے نے اس طرح جائزہ نہیں لیا۔ ’فنون‘ کے اس شمارے میں پیش کیے جانے والے ادارے بھی احمد ندیم قاسمی کی شخصیت کا مکمل اظہار ہیں۔ جس طرح وہ خود ہمہ جہت شخصیت تھے اسی طرح انہوں نے ’فنون‘ کیلئے بھی صنف کی بھی حد بندی مقرر نہیں کی۔ انہوں نے ’سما ہی فنون‘ کے پہلے شمارے کے آغاز میں یہ واضح کر دیا کہ ’فنون‘ کو اپنے نام کی لاج بھی رکھنا ہے اس لیے یہ رسالہ شعر، افسانہ اور تنقید کیلئے وقف نہیں رہے گا بلکہ فنون لطیفہ کے ان تمام شعبوں کی ممکن حد تک نمائندگی کرے گا جن سے ملکوں کی تہذیبیں صورت پذیر ہوتی ہیں۔ (۱۵)

احمد ندیم قاسمی نے 'فنون' کے کنویں سے ہر پیا سے کو پانی پلایا اور اس کا بھرم ہراس ادیب نے بھرا جو اس سے فیض یاب ہوا۔ بہت سے جوہر قابل سامنے آئے اور اس کا اظہار انہوں نے ۱۹۶۶ء کے ادارے میں 'نئے ادیب، شاعر' اور 'نئے اہل قلم' کے عنوان سے کیا۔ ۱۹۷۳ء میں شائع ہونے والے شمارے کے ادارے میں 'آزادی اظہار اور اختلاف رائے' کے حوالے سے جس طرح بات کی وہ ان کے ایک نڈر اور بے باک مدیر کی دلیل ہے۔ اس وقت کی سیاست نے جس طرح اہل قلم کو متاثر کیا اس ادارے میں اس کا بھرپور اظہار ہے۔ انہوں نے اپنے اداریوں میں 'ادبی رسائل کے مسائل' ان کی اہمیت اور انہیں معقول تعداد میں پرنٹ کیلئے مطلوبہ سامان درکار نہ ہونے کی صورت میں بھی مسائل سے آگاہ کیا۔ اس میں 'فنون' کے حالات پر بھی بات کی۔ فنون پر تنقید کرنے والوں کو بھی تسلی بخش جواب دیا لوگوں پر واضح کیا کہ فنون آج بھی ادبی تخلیق کے معیار کی کسوٹی ہے۔ انہوں نے اپنے ادارے میں ایک بڑا اہم پہلو کہ 'فنی تخلیق کے مخاطبین' کون ہیں؟ انہیں فنکار کی حوصلہ افزائی کس طرح کرنی چاہیے؟ فن کار فن کی دنیا میں انقلاب کس طرح لاتا ہے؟ اور فنی تخلیق کے معیار کو بڑھاتے ہوئے اسے معاشرے کیلئے کس قدر مفید بناتا ہے؟ 'ایک ذاتی وضاحت' کے عنوان سے جو ادارے لکھا اس میں سب سے پہلے اس بات کی وضاحت کی کہ میں اعلان کرتا ہوں کہ میرا میرے احباب کا یا میرے رسالے کا کوئی گروپ نہیں..... اگر مجھے زندہ رہنا ہے تو میرا لفظ مجھے زندہ رکھے گا۔ اگر اس لفظ میں جان نہیں ہے تو میں کیوں کسی کو یاد رہوں گا چنانچہ میری شخصیت کی کسوٹی وہ لفظ ہے جو میرے فن میں وارد ہوتا ہے۔ (۱۶)

اس کے علاوہ 'ادب، عہد بہ عہد رواں دواں'، 'اہل قلم سے شعور کا مطالبہ' اشاعت کے چالیس برس مکمل ہوئے۔ 'عالمی دھاندلی پر احتجاج' انسانی شرف کی بحالی اور تہذیب کی ابجد میں بھی کئی ایک عالمی اور انسانی موضوعات پر قلم اٹھایا اور معاشرتی حقائق کی ترجمانی کی۔ ان اداریوں سے احمد ندیم قاسمی صرف ایک مدیر کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ایک بہترین تجزیہ کار کی صورت میں بھی سامنے آتے ہیں۔

دیباچے کا دوسرا حصہ 'حرف ثانی' کے عنوان سے نیز حیات قاسمی نے لکھا ہے اور تیسرا حصہ 'بین السطور' کے عنوان سے ڈاکٹر ناہید قاسمی نے لکھا۔ نیز حیات قاسمی چونکہ مدیر اعلیٰ ہیں۔ اس لیے ان کا ادارے پہلے رکھا گیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ 'بین السطور' کا تسلسل 'حرف ثانی' ہے۔ 'بین السطور' ہمیں بتاتا ہے کہ جب ۲۰۰۶ء میں احمد ندیم قاسمی نے وفات پائی تو 'فنون' کا شمارہ نمبر ۱۲۶ شائع ہوا تھا۔ اور اگلے شمارے کا ۷۵ فیصد کام مکمل ہو چکا تھا۔ مگر وہ 'فنون' کے عنوان سے نہیں بلکہ الگ رسالے کی شکل میں 'مونتاج' کے عنوان سے سامنے آیا اس کا اظہار ڈاکٹر ناہید قاسمی نے اس طرح سے کیا:

''اباجی کے دوسری دنیا میں منتقل ہو جانے کے بعد بھی ادبا اور شعراء کی طرف سے 'فنون' کیلئے فنون تخلیقات 'فنون' کے اسی دفتر بچھوائی اور پہنچائی جاتی رہیں۔ 'فنون' کیلئے بچھوائی ان چیزوں میں سے بیشتر ہمارے علم میں لائے بغیر 'مونتاج' کے پہلے شمارے 'نذر ندیم' میں شامل کر لیے گئے۔ اسے بجا طور پر ہم 'فنون' ہی کا شمارہ نمبر ۱۲۷ لکھتے اور شمار کرتے ہیں۔'' (۱۷)

ان کی زیر ادارت شائع ہونے والے شماروں کے ساتھ ساتھ واضح رہے کہ (مونتاج) منصورہ احمد جو ندیم قاسمی

کی منہ بولی بیٹی تھیں نے نکالا تھا۔ ’فنون‘ کا شمارہ نمبر 128 سے فنون کی ادارت ڈاکٹر ناہید قاسمی کے بیٹے نیز حیات قاسمی نے سنبھال لی۔ اور ’فنون‘ کا وہ سفر جو مختصر وقت کے لیے قلم سا گیا تھا ایک نئے عزم اور جوش و جذبے کے ساتھ رواں دواں ہو گیا۔ ’فنون‘ کی باگ ڈور اب ایک ایسے نوجوان کے ہاتھوں میں ہے جو احمد ندیم قاسمی کی گود میں پروان چڑھا جس کا شعر و ادب کا ذوق بھی عمدہ ہے اس کا اندازِ حرف ثانی میں درج ان الفاظ سے بھی ہوتا ہے۔

”ایسا ہی ایک جیتا جاگتا انسان روشن فکر سے جھگڑتا ذہن احساس کی شدت سے دھڑکتا دل،

ہمدرد اور مددگار انسان، احمد ندیم قاسمی کی دلکش شناخت اوڑھے سرد مہری کے جاڑے میں محبتوں

اور عقیدتوں کی گرمی میں، ذاتی عناس کے جس میں اپنوں کی جدائی کی خزاں میں اور امید کی مہکتی

فضا میں غرضیکہ ہر موسم میں نودہائیوں تک چوپال زیت پر براجمان رہا۔“ (۱۸)

احمد ندیم قاسمی نے چار دہائیوں میں اپنی بے لوث محنت سے فنون کو اعلیٰ معیار تک پہنچایا۔ اپنی ذمہ داری کو بہترین طریقے سے نبھایا۔ وہ مشعل جو احمد ندیم قاسمی نے جلائی اس کی آب و تاب میں اضافے کیلئے اب نیز حیات قاسمی اپنے پورے عزم کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔

’احمد ندیم قاسمی صدی نمبر‘ کی اس پہلی جلد کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ ’ہم و نعت‘ کا ہے اس میں احمد ندیم قاسمی کی لکھی گئی حمد و نعتیں شامل ہیں۔ دوسرا حصہ ’دونہایت اہم اور یادگار ملی نغمے‘ ہے اس میں وہ دو قومی نغمے شامل ہیں جو ۱۳/۱۲ اور ۱۲/۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کی درمیانی شب ریڈیو پاکستان سے نشر کیے گئے تھے۔ تیسرا حصہ ’ارض وطن‘ کے عنوان سے ہے۔ جس میں ۱۹ ملی نغمے شامل ہیں۔ ’مضامین و مقالات‘ کے عنوان سے جو چوتھا حصہ پیش کیا گیا ہے اس میں احمد ندیم قاسمی کے فن اور شخصیت پر لکھے گئے مضامین ہیں۔ پانچویں حصہ ’تجزیے‘ کے عنوان سے ہے۔ جس میں احمد ندیم قاسمی کے شعری اور افسانوی مجموعے ان کے ناولٹ ’اس رستے پر‘ اور مکاتیب کا مجموعہ ’آدھی ملاقات‘ پر تجزیے پیش کیے گئے ہیں۔ ندیم کی کتابوں سے متعلق کچھ اولین تجزیاتی تبصرے میں احمد ندیم قاسمی کی کتابوں پر کچھ ناقدین کی اولین آراء ہیں۔ تشکیلی دور کی اہم یادگار، میں محمد حسن عسکری کے ۳۳ خطوط ہیں جو معکس پیش کیے گئے ہیں۔ یہ خطوط شائع ہونے سے رہ گئے تھے۔ جو ان کے آبائی گھر سے بہت برسوں بعد دستیاب ہوئے تو انہیں اس صدی نمبر میں شامل کیا گیا۔ جس کی مکمل تفصیل ”بین السطور“ میں ڈاکٹر ناہید قاسمی نے دی ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے تصویری عکس ”عکس ندیم“ میں شامل ہیں۔ ”ہم جہت ندیم (قندمکر)“ میں بھی احمد ندیم قاسمی کے فن اور تخلیقات کے حوالے سے مضامین ہیں جن میں کچھ نئی تحریریں ہیں اور کچھ دیگر رسائل سے اکٹھی کی گئی ہیں۔ ”خاکے“ میں احمد ندیم قاسمی کے شخصیت کے حوالے سے دو خاکے پیش کیے گئے ہیں۔ نذر ندیم (غزلیں) میں احمد ندیم قاسمی کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے غزلیات اور ”گل پاشی“ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دو حصوں میں نظمیں ہیں یہ نظمیں بھی دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔ پہلے حصے میں وہ نظمیں ہیں جو صدی نمبر شائع ہونے سے نذر ندیم کے حوالے کی گئیں دوسرے حصے (ب) میں وہ نظمیں شامل ہیں جو خصوصاً اسی موقع سے مناسبت کے حوالے سے کی گئی تھیں۔ تیسرے حصے میں نیز حیات قاسمی نے افسانوی انداز میں ندیم کون؟ (افسانہ) کے عنوان سے احمد ندیم کا تعارف کروایا۔

”ندیم کا صدی نمبر“ کی جلد دوم نیز حیات قاسمی کا قابلِ قدر کارنامہ ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ فنون کا احمد ندیم قاسمی نمبر باقی خصوصی شماروں میں ایک کلیدی حیثیت اختیار کر گیا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ جلد دوم سولہ بڑے عنوانات کے تحت پیش کی گئی ہے اور ۱۰۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ حمد اور نعت کے بعد ”ندیم دو نہایت اہم کلیدی خطبے“ کے عنوان سے احمد ندیم قاسمی کی وہ تقریریں شامل کی گئی ہیں جو انہوں نے ۱۹۸۰ء اور ۱۹۸۵ء میں منعقد ہونے والے ادیبوں کی کانفرنسوں میں بطور کلیدی خطبے کے پڑھی تھیں یہ صرف تقریریں یا خطبے ہی نہ تھے بلکہ ایک ادیب کا جرات مندانہ اظہار بھی تھا جو حاکم وقت کے سامنے علی الاعلان کیا گیا۔ ”روزِ ندر سے“ کے عنوان کے تحت پانچ بڑے ادیبوں کے مضامین پیش کیے گئے۔ ”ندیم خزیئے“ جلد دوم کا بہترین حصہ ہے اس میں احمد ندیم قاسمی کی غزلیات یا افسانوں کے انتخاب کے بجائے احمد ندیم قاسمی کے خیالات کا اظہار ان کے مختلف کتابوں کے دیباچوں، پیش لفظ، انتساب، روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے تنقیدی مضامین اور کچھ فکاہی کالموں کا انتخاب شامل کیا گیا ہے اس انتخاب سے نہ صرف مدیر کی بلیغ نظری کا قائل ہونا پڑتا ہے بلکہ احمد ندیم قاسمی کے ادبی معیارات، نظریات، رجحانات، تنقیدی صلاحیتیں خود اپنے معیار ہونے کا لوہا منور ہی ہیں۔ ”نایاب ندیم“ میں جو یادیں، تاثرات اور تحریریں شامل کی گئی ہیں وہ واقعی نایاب ہیں۔ اس میں ان کی آپ بیتی جیسے مضامین کے علاوہ مختلف کالجوں میں بحیثیت مہمان خصوصی جو تقاریر کیں وہ بھی شامل ہیں۔ ان میں گورنمنٹ ایجوکیشن کالج برائے خواتین لاہور میں یونین کی حلف و فاداری کی تقریب، کالج میگزین کا اجراء اور نگار ایوارڈ جیسی تقاریب میں شرکت کا بیان ہے۔ اہل قلم کانفرنس میں شرکت پر احمد ندیم قاسمی پر جو ایک لاکھ روپے حکومت سے امداد لینے کا الزام لگایا۔ اس کی بھی واضح تردید ہے۔ اور مزید یہ کہ ایک پورا شاندار عہد اور اس میں ہر لمحہ سرگرم متحرک اور فعال ندیم ان تحریروں میں نظر آتا ہے۔ اس میں احمد ندیم قاسمی کے تین نامکمل غیر مطبوعہ افسانے اور نامکمل ناول ”پت جھڑ“ کا ایک باب بھی شامل ہے۔

”عکس ندیم“ میں احمد ندیم قاسمی کی احباب رشتہ داروں کے ساتھ تصاویر کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ندیم صدی تقریبات کی تصاویر بھی شامل ہیں۔ ”تاثرات“ میں مختلف ناقدین کی آراء شامل ہیں جو احمد ندیم قاسمی کی شخصیت کو مد نظر رکھتے ہوئے دی گئی ہیں۔ ”یادداشتیں“ یادوں کے جھروکے ہیں جو چند احباب نے تخلیق کیے ”نوادرات ندیم“ میں احمد ندیم قاسمی کی تحریروں کا عکس ہے۔ مدیر رسالہ نے اسے بڑی محنت کے ساتھ تلاش کر کے شائع کیا جو محققین کیلئے بنیادی ماخذ کا درجہ اختیار کر گیا۔ ”ندیم گفتگو“ میں احمد ندیم قاسمی سے کیے گئے مکالمے اور انٹرویوز کو شامل کیا گیا ہے۔ ”خطوط“ میں مختلف ادیبوں کے نام احمد ندیم قاسمی نے جو خط تحریر کیے اور کچھ خطوط جو بنام احمد ندیم قاسمی آئے ان کو شائع کیا گیا۔ ”بچوں کا ندیم“ میں احمد ندیم قاسمی کے کچھ بچپن کے واقعات اور چند مزاحیہ نظمیں شامل ہیں۔ ”پنجابی در بچہ“ میں احمد ندیم قاسمی کے پنجابی مضامین پیش کیے گئے ہیں جو پنجابی تخلیق کاروں کے فن پر جائزے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ احمد ندیم قاسمی کا پنجابی کلام میں بھی شامل ہے۔ ”ندیم صدی تقریبات“ میں ندیم صدی ۲۰۱۶ء میں جتنی قومی اور بین الاقوامی سطح پر تقریبات ہوئیں رسائل نے جو خصوصی نمبر نکالے ان سب کا جائزہ لیا گیا۔ ایک بہترین ”ندیم کوائف نامہ“ اور شجرہ نسب جو حضرت علی مرتضیٰ سے جاملتا ہے بھی پیش کیا گیا ہے۔ اس ضخیم جلد میں ”ندیم کا صدی نمبر“ کا انگریزی حصہ بھی ہے۔ جس میں احمد ندیم قاسمی کے فن اور شخصیت کے حوالے سے ۲۱، انگریزی مضامین پیش کیے گئے ہیں۔ جب کہ دو انگریزی مضامین

احمد ندیم قاسمی کے بھی شامل کیے گئے ہیں۔ یہ انگریزی حصہ سب ایڈیٹر حسن رحمان نے مرتب کیا۔
 ’فنون‘ کی یہ دونوں جلدیں اس بات کی گواہ ہیں کہ ’فنون‘ نے ادب کی دنیا میں جو نمایاں مقام حاصل کیا جن تخلیق کاروں کو اس شمارے کے ذریعے دنیا کے ادب میں متعارف کروایا اور فنون کے لیے احمد ندیم قاسمی نے جو خدمات سرانجام دیں اسے اردو دنیا کس طرح بھلا سکتی ہے۔ ۱۹۶۳ء سے لے کر ۲۰۰۶ء تک جن غزلوں، افسانوں اور مضامین کے ذریعے احمد ندیم قاسمی نے ایک بلند معیار قائم کیا جو انفرادیت کا حسن اس میں پیدا کیا وہ ہمیشہ ’فنون‘ اور احمد ندیم قاسمی کو زندہ رکھے گا۔

’فنون‘ کیلئے یہ بھی بہت اعزاز کی بات ہے کہ اسے احمد ندیم قاسمی کے بعد ایسے مدیروں کا ساتھ نصیب ہو گیا جس نے اس کے علمی و ادبی معیار کو برقرار رکھا۔ ادبی ذوق کی تسکین کا سامان فراہم کیا ڈھنی ضروریات کی تکمیل بھی کی اور احمد ندیم قاسمی کی روایت کو حسن و خوبی کے ساتھ آگے بڑھا رہے ہیں۔

ان مدیران کے شخصیات نمبر پر جائزے سے ایک بات واضح ہے کہ یہ مدیر اپنی ذات میں خود ایک گلستان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن میں علم و ادب کے صد ہارنگ موجود ہیں جنہیں وہ اپنے شماروں میں نئے رنگ ڈھنگ سے پیش کرنے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ محبت، خلوص، ایثار اور قربانی کے صحیفے ہیں جن کی بدولت ان کے شمارے ارتقا کی منازل طے کرتے ہیں۔ یہ حیات علم کے مرقعے ہیں جن کی تصویریں ان کے مرتب کردہ جریڈوں میں نظر آتی ہیں۔ یہ اپنی محبت سے اپنے نئے لکھنے والوں کے دل و دماغ اور روحوں کو روشن کرتے ہیں یہ ایسی دلنواز، دلکش محفل بن جاتے ہیں جس کا ماحول رنگین اور پر طرب ہوتا ہے چاہے خود دل و نگار ہوں لیکن دوسروں کے لیے فضل کردگار بن جاتے ہیں۔ وہ جریڈوں کا اجرا کرتے ہیں اور سب کو فیض پہنچاتے ہیں مگر پھر کوئی انہیں گناہ گار ٹھہراتا ہے کوئی پارسا، مگر حقیقت میں وہ اپنی کرنوں سے ادب کی سبھی دشاؤں کو روشن کر جاتے ہیں اس لیے محض ان کے لیے ایک ’شخصیت نمبر‘ شائع کرنا ان کی خدمت کا حق ادا کرنا نہیں ہے یہ وہ باہمت مدیر ہوتے ہیں جو اپنے ’افکار‘ کا ’صحیفہ‘ سب پر وا کرتے ہیں۔ اپنے ’فنون‘ کے ’نگار اور ان کے ’نقوش‘، ’لطیف ادب‘ کے پیرائے میں بیان کرتے ہیں اور صلئے عام دیتے ہیں۔ جو ساج کے اندھیروں میں اُمید کا ’ماہ نو‘ بن کر ابھرتے ہیں۔ جو تخلیق کاروں کو ’ارتقا‘ کی سیڑھی فراہم کرتے ہیں۔ جو ادبیات کے ایسے ’ساقی‘ ہوتے ہیں جو اپنے جام سے سب کو لطف اندوز کرتے ہیں اور ادب کی سچی بے لوث خدمت کرتے ہیں۔

حوالہ جات

- ۱۔ شگفتہ حسین، ماہنامہ ادب لطیف کی ادبی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی مملوک: بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، ۱۹۹۶ء، ص ۱۴
- ۲۔ ایضاً، ص ۵۳
- ۳۔ صدیقہ بیگم، آخری بات، مشمولہ: ادب لطیف، مرزا ادیب نمبر (کراچی: ۱۹۹۱ء)، جلد ۵۶، شمارہ ۶، ص ۷۹
- ۴۔ جیلانی بانو، تبصرہ: ماہنامہ ادب لطیف، فیض نمبر، مشمولہ: ادب لطیف، مرزا ادیب نمبر، ص ۷۵
- ۶۔ حسین مجروح، عطار گوید، اردو ادب کی محسنہ..... صدیقہ بیگم، مشمولہ: ادب لطیف، صدیقہ بیگم نمبر، (لاہور: دسمبر ۲۰۲۰ء)، جلد ۸۵، شمارہ ۱۲، ص ۶
- ۷۔ احمد ندیم قاسمی، طفیل صاحب، مشمولہ: محمد نقوش، مرتبہ: ڈاکٹر سید معین الرحمن، (لاہور: منظور پریس، ۱۹۸۳ء)، ص ۴۹
- ۸۔ وقار عظیم، نقوش، مشمولہ: پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ، از: ڈاکٹر انور سدید (اسلام آباد: اکادمی ادبیات، جنوری ۱۹۹۲ء)، ص ۱۳۹
- ۹۔ احمد ندیم قاسمی، طفیل صاحب، مشمولہ: محمد نقوش، ص ۵۰
- ۱۰۔ جاوید طفیل، اس شمارے میں، مشمولہ: نقوش، محمد طفیل نمبر، (لاہور: ۱۹۸۷ء)، جلد اول، شمارہ ۱۳۵، ص ندارد
- ۱۱۔ اکبر حیدری کاشمیری، محمد نقوش کا اسلوب تحریر، مشمولہ: نقوش، محمد طفیل نمبر، ص ۷۷
- ۱۲۔ مولوی عبدالحق، اس شمارے میں، مشمولہ: نقوش، محمد طفیل نمبر، جلد اول، ص ندارد
- ۱۳۔ ناہید قاسمی، بین السطور، مشمولہ: سہ ماہی فنون احمد ندیم قاسمی نمبر، (لاہور: جولائی تا دسمبر ۲۰۱۲ء، جنوری تا دسمبر ۲۰۱۷ء)، جلد اول، شمارہ ۱۴۰-۱۳۹، ص ۴۸
- ۱۴۔ ایضاً، ص ۴۹
- ۱۵۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: فنون، احمد ندیم قاسمی صدی نمبر، جلد اول، ص ۲۴
- ۱۶۔ ایضاً، ص ۳۰
- ۱۷۔ ناہید قاسمی، بین السطور، مشمولہ: فنون، احمد ندیم قاسمی صدی نمبر، جلد اول، ص ۴۴
- ۱۸۔ نیز حیات قاسمی، حرفِ ثانی، مشمولہ: فنون، احمد ندیم قاسمی صدی نمبر، جلد اول، ص ۴۱

